ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

منٹو کی جنس نگاری: معاشرتی حقیقت اور انسانی نفسیات

آصف نواز

ایم فل اردو سکالر

قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی ڈیرہ اسماعیل خان

Asif Nawaz
M Phil Urdu Scholor
Qutaba University of Science and Information Technology D.I Khan

Abstract:
This article explores the representation of sexuality in the short stories of Saadat Hasan Manto and examines its relationship with social reality and human psychology. The study argues that Manto did not employ sexuality merely as a means of provocation or entertainment; rather, he used it as a literary device to expose the hidden contradictions, moral hypocrisy, social injustice, and psychological complexities of society. By analyzing selected short stories, including Thanda Gosht, Khol Do, Kali Shalwar, Bu, Hatak, and Dhuan, the article demonstrates how Manto portrayed sexual behavior within broader social, cultural, and psychological contexts. The study further highlights the influence of psychological theories, particularly those associated with the unconscious and human instincts, in understanding Manto's fictional world. It concludes that Manto's treatment of sexuality reflects his commitment to realism and his desire to reveal the painful realities of human existence. His writings continue to provide valuable insights into literature, psychology, and society and remain an important source for contemporary literary criticism. This abstract is based on the themes and arguments presented in the article.
Keywords:
Saadat Hasan Manto, Sexuality, Social Reality, Human Psychology, Urdu Short Story, Realism, Psychological Analysis, Women in Urdu Literature, Moral Hypocrisy, Literary Criticism.

اردو افسانے کی تاریخ میں بعض ادیب ایسے ہیں جنھوں نے نہ صرف اپنے عہد کی نمائندگی کی بلکہ اپنے فکری اور فنی رویوں کے ذریعے ادبی روایت کو بھی نئی جہتوں سے روشناس کرایا۔ سعادت حسن منٹو ان ہی چند ممتاز ادیبوں میں شامل ہیں جنھوں نے اردو افسانے کو حقیقت نگاری، نفسیاتی تجزیے اور سماجی شعور کے ایسے امتزاج سے آشنا کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ منٹو کی ادبی شخصیت ہمیشہ سے تنقیدی مباحث کا مرکز رہی ہے۔ ایک طرف انہیں اردو افسانے کا سب سے بڑا حقیقت نگار قرار دیا گیا اور دوسری طرف ان کی بعض تحریروں کو فحاشی اور عریانی کا نام دیا گیا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ یہ حقیقت زیادہ واضح ہوتی گئی کہ منٹو کا اصل مقصد معاشرے کی ان حقیقتوں کو بے نقاب کرنا تھا جنہیں سماجی اقدار اور اخلاقی تصورات کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی جاتی تھی۔

منٹو نے جس دور میں قلم اٹھایا، وہ برصغیر کی تاریخ کا ایک انتہائی پیچیدہ اور ہنگامہ خیز دور تھا۔ معاشرتی ناہمواری، غربت، استحصال، نوآبادیاتی نظام، مذہبی تعصبات اور تقسیم ہند جیسے واقعات نے انسانی زندگی کو شدید متاثر کیا۔ اس دور میں انسان اپنی شناخت، سماجی حیثیت اور اخلاقی اقدار کے حوالے سے مختلف بحرانوں کا شکار تھا۔ منٹو نے اپنے افسانوں میں انہی مسائل کو موضوع بنایا اور ان کی تہہ میں موجود انسانی رویوں کا گہرا تجزیہ پیش کیا۔ ان کے نزدیک ادب کا بنیادی مقصد حقیقت کو اس کی اصل صورت میں پیش کرنا تھا، خواہ وہ حقیقت کتنی ہی تلخ اور ناگوار کیوں نہ ہو۔

جنس انسانی زندگی کا ایک بنیادی اور فطری پہلو ہے۔ دنیا کے ہر معاشرے میں جنسی تعلقات، جذبات اور خواہشات انسانی رویوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تاہم مشرقی معاشروں میں جنس کو ہمیشہ ایک حساس موضوع سمجھا گیا ہے اور اس پر کھل کر اظہار کرنے سے گریز کیا جاتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب منٹو نے اپنے افسانوں میں جنس کے موضوع کو حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا تو انہیں شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ ناقدین کے ایک طبقے نے ان کی تحریروں کو فحاشی قرار دیا، لیکن منٹو کا مؤقف یہ تھا کہ اگر ان کی تحریروں میں برائی نظر آتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرہ خود برائیوں سے بھرا ہوا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

منٹو کی جنس نگاری کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ وہ جنس کو محض جسمانی تعلق یا جنسی تسکین کے محدود تصور تک نہیں رکھتے بلکہ اسے ایک وسیع سماجی اور نفسیاتی تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں جنسی خواہشات انسانی شخصیت کی تشکیل، سماجی رویوں کی تبدیلی اور معاشرتی تضادات کی وضاحت کا ایک اہم ذریعہ بن جاتی ہیں۔ وہ اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ انسان کی نفسیاتی ساخت میں جنسی محرکات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

نفسیات کے جدید نظریات، خصوصاً سگمنڈ فرائیڈ کے نظریۂ لاشعور نے ادب اور تنقید پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ فرائیڈ کے مطابق انسانی شخصیت کی تشکیل میں جنسی خواہشات بنیادی کردار ادا کرتی ہیں اور بہت سے انسانی اعمال و افعال کے پس منظر میں یہی محرکات کار فرما ہوتے ہیں۔ اگرچہ منٹو نے اپنی تخلیقات میں براہِ راست کسی نفسیاتی نظریے کی پیروی نہیں کی، تاہم ان کے افسانوں میں انسانی لاشعور، دبی ہوئی خواہشات، احساسِ محرومی اور نفسیاتی کشمکش کے عناصر نمایاں طور پر موجود ہیں۔ ان کے کردار اپنی داخلی الجھنوں، سماجی دباؤ اور جذباتی محرومیوں کے باعث ایسے فیصلے کرتے ہیں جو ان کی نفسیاتی پیچیدگیوں کو نمایاں کرتے ہیں۔

سعادت حسن منٹو اردو افسانے میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کی انفرادیت کا راز ان کے بے باکانہ انداز میں ہے۔ ان کے افسانوی مجموعوں میں منٹو کے افسانے، دھواں، لذت، سنگ چغد، ٹھنڈا گوشت، خالی بوتلیں، خالی ڈبے، نمرود کی خدائی، سرکنڈوں کے پیچھے، پھندے، بغیر اجازت اور شکاری عورتیں شامل ہیں۔ چھ افسانوں پر مقدمے بھی چلے جن میں دھواں، بو، کالی شلوار، ٹھنڈا گوشت، کھول دو، اور اوپر نیچے اور درمیان شامل ہیں۔ منٹو کے ہاں جنسیت کے موضوعات کی تکرار کے باوجود تنوع ملتا ہے۔ عورت، طوائف اور اس کے جذبات کی نہایت مہارت سے عکس بندی کی ہے۔ ایک طوائف محض طوائف اور جسم فروش نہیں بلکہ اس کے اندر دل ایک عام عورت کا ہی دھڑکتا ہے۔ منٹو سماج کے خفیہ گوشوں سے پردہ ہٹا کر اس کی اصل تصویر پیش کرتے ہیں۔ طوائف کے موضوع پر بو، کالی شلوار، ہتک، بابو، گوپی ناتھ نمائندہ افسانے ہیں۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ منٹو کے افسانوں میں جنس کبھی بھی ایک آزاد اور غیر متعلق موضوع کے طور پر سامنے نہیں آتی بلکہ یہ ہمیشہ کسی نہ کسی سماجی مسئلے کے ساتھ جڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ غربت، استحصال، طبقاتی تقسیم، معاشی مجبوری اور سماجی منافقت جیسے عوامل ان کے افسانوں میں جنسی رویوں کو متاثر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منٹو کی جنس نگاری کو محض عریانی یا فحاشی کے دائرے میں محدود کرنا ان کے فن کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

شریفن اور کھول دو دل دہلا دینے والے سنگین افسانے ہیں۔ منٹو خود ایک داس، راست گو اور جذباتی انسان تھے، وہ خود بھی چاہتے تھے کہ سب سچ بولیں۔ وہ منافقت کے ہر پردے کو چاک کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے جنس کا موضوع اپنایا۔ کیونکہ یہی وہ فطری جذبہ ہے جس میں گناہ اس حد تک شامل ہو چکا ہے کہ غلط درست کا فرق مٹ چکا ہے۔ ان جنسی افسانوں کا بنیادی محرک وہ سماج ہے جہاں گھٹن، تنگ نظری، جبر، استحصال کا راج ہے۔ ایسے ماحول میں جنسی گمراہی کی طرف مائل ہونا حیران کن امر نہیں۔ منٹو اس گندے ماحول کی تصویر کشی اپنے افسانوں میں کرتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر اے بی اشرف:

"منٹو کو ہماری بہت سی الجھنوں، نفسیاتی بیماریوں اور جنسی گمراہی کا جواز مروجہ غلط نظام اخلاق اور اس کی اقدار میں نظر آیا۔"(۱)

جنس زدگی معاشرے کی بنیاد میں کمزور کر دیتی ہے۔ انسان ذہنی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے منٹو انسانی جبلت، پیچیدہ مشاہدات، نفسیاتی پیچیدگی اور ذہنی تناؤ کو سامنے لاتے ہیں۔ ان کے ہاں ڈی۔ ایچ لارنس جیسی جنسی نفسیات کا رنگ موجود ہے۔ بقول ملک حسن اختر:

"جنسی موضوعات کے سلسلے میں منٹو ڈی۔ ایچ۔ لارنس سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہے۔ اگرچہ اس کے ہاں اتنی کھلی عریانی نہیں ہے جو لارنس کے ہاں ہے مگر وہ اپنے افسانوں میں وہ کچھ بیان کر جاتا ہے جو زیادہ سے زیادہ ایک ہندوستانی یا پاکستانی بیان کر سکتا ہے"۔(۲)

موضوع کے حوالے سے موپساں اور منٹو میں گہری مماثلت موجود ہے۔ جس میں عورتوں کی بے بسی اور جنسی تشدد نمایاں ہو جس میں سادیت پرستی اہم ہے۔ بقول ممتاز شیریں:

"موضوعات کے حوالے سے موپساں کی طرح قتل دخون، تیز ہیجانی جذبات، غیر معمولی انوکھے کرداروں کے ساتھ منٹو نے چونکا دینے والے افسانے تخلیق کیے ہیں۔"(۳)

منٹو نے ایسے کرداروں کا انتخاب کیا ہے جو خالص ہندوستانی ہیں۔ان کی پرورش اس مٹی میں ہوئی ہے۔وہ اپنے کرداروں میں گھلے ملے دکھائی دیتے سبھی کو ایسے بیان کرتے ہیں جیسے انہی کی صحبت میں رہتے ہوں۔وہ ان کرداروں کو محض خارجی عوامل کے لیے نہیں بلکہ داخلی رویے اور ان کے احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

منٹو کے افسانوں میں عورت کا کردار خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔انہوں نے طوائف، گھریلو عورت، تقسیم کے دوران متاثر ہونے والی خواتین اور معاشرتی جبر کا شکار عورتوں کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ان کے نزدیک عورت محض جسمانی حسن یا جنسی کشش کا استعارہ نہیں بلکہ ایک حساس اور باشعور انسان ہے جس کے جذبات، احساسات اور خواہشات کو معاشرہ اکثر نظر انداز کر دیتا ہے۔افسانہ "ہتک" میں عورت کی بے بسی، "کالی شلوار" میں معاشی مجبوری اور "کھول دو" میں جنسی تشدد کے المیے کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے، وہ منٹو کے فکری شعور کی گہرائی کا واضح ثبوت ہے۔

"ہتک" افسانہ ایک طوائف کی کہانی ہے اس کا نام سوگندھی ہے۔ سوگندھی کو اپنی ہتک اس مردانہ سماج میں محسوس ہوئی جہاں اس کی حیثیت نہایت حقیر ہے۔ جس میں خود فریبی تھوکوں سے لتھڑی ہوئی چولی، گندا بستر، استعمال شدہ بدن کو ٹٹولنے والی روشنی، منہ کی کڑواہٹ اور غلیظ کتا مل کر ایک ایسی سنگین تصویر پیش کرتے ہیں جس سے ہتک لازوال افسانہ بن جاتا ہے۔"دس روپے" افسانے میں موجود سریتا بھی لڑکوں کے ہاتھ ناہے ان کی گودوں میں کھیلتی ہے اس کا سبب سریتا کا باپ ہے جو اپنے صاحب کو محض گالی دینے کی بنا پر مار دیتا ہے اور اس گالی کے عوض سریتا ان لڑکوں کے ساتھ دن گزارتی ہے بالآخر وہ اسے دس کا نوٹ دیتے ہیں جسے لینے سے سریتا انکار کر دیتی ہے۔"جانکی" افسانہ بھی طوائف کی کہانی ہے جو مردوں کو اپنا جسم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی ماں بھی۔ہے۔وہ سگریٹ پینے کی شوقین ہے۔پچھتر سگریٹ ایک دن میں پی جاتی ہے۔بچہ ضائع کرانے کے لیے کونین کثرت سے کھاتی ہے۔فلم میں کام کرنے کے لیے سعید اور نرائن کے پاس بمبئی جاتی ہے۔ایک دن نرائن جانکی کی طبیعت خراب ہونے پر مصنف کو بمبئی بلاتا ہے۔اسے تیس انجکشن لگنے ہوتے ہیں۔جو نرائن مصنف کی موجودگی میں ہر تین گھنٹے بعد لگاتا ہے یہ کام پینتالیس گھنٹے کا تھا۔فلم کمپنی سے فون آنے پر مصنف کو پندرہ دن کے لیے جانا پڑا واپس آیا تو سعید سے پتہ چلا کہ نرائن ابھی تک ہوٹل میں ہے۔صبح ہی مصنف نرائن سے ملنے گیا۔اس کا انجام جھنجھلا کر رکھ دیتا ہے۔

> "صبح آٹھ بجے وہاں پہنچا تو نرائن کے کمرے کا درواز کھلا تھا۔اندر داخل ہوا تو کمرہ خالی پایا۔دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا تو ایک دم آنکھوں کے سامنے کچھ ہوا۔جانکی مجھے دیکھتے ہی لحاف کے اندر گھس گئی اور نرائن نے جو اس کے ساتھ تھا، مجھے واپس جاتے دیکھ کر کہا آؤ منٹو آؤ۔۔۔میں ہمیشہ دروازہ بند کرنا بھول جاتا ہوں۔۔۔۔آؤ یار۔۔۔بیٹھو اسی کرسی پر لیکن یہ جانکی کی شلوار دے دینا۔"(۴)

اردو افسانے میں جنس کی بہت سی صورتیں ملتی ہیں۔ہم جنسیت، سادیت پرستی فٹیشزم :(fetishism) ان میں سے منٹو نے فٹیشزم جیسے جنسی انحرافات کو افسانوں کا موضوع بنایا۔منٹو کے ہاں جنسی افسانوں میں تنوع اور معنویت کا امتزاج ملتا ہے۔ڈاکٹر شفیق انجم لکھتے ہیں :

> "منٹو کے افسانے "پھاہا"، "بو"، "بلاؤز" جنسی حوالے سے Fetish رویوں کو سامنے لاتے ہیں۔علم نفسیات کی رو سے فشزم غیر جنسی اشیاء سے رغبت اور شہوانی لذت حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔۔۔پڑھیے کلمہ اور میرا نام رادھا ہے، جنسی سادیت پسندی (Sadism) اور میسوکسٹ (Masochism) رویوں کے حامل ہیں۔سادیت پسندی اور میسوکزم جنس کی وہ صورتیں ہیں جب مرد اور عورت جنسی حظ کے لیے ذہنی یا جسمانی اذیت کی طرف راغب ہوتے ہیں۔(۵)

"پڑھیے کلمہ "افسانہ میں رکما بائی بھی ایک جنسی کردار ہے جس میں مادیت پرستی کا عنصر غالب ہے۔وہ مادیت پسندی کے مرحلے سے ابتداء کر کے مرد سے مالش کراتی ہے۔اور بالآخر ایک بچھو کی طرح اسے ہلاک کر دیتی ہے۔کہانی کا آغاز تکارام کو مارنے سے ہوتا ہے۔رکما بائی ایک پرکشش عورت تھی یہ داستان عبدالکریم، انسپکٹر کو سنا رہا ہے۔جس دن نے اسے رکما بائی کا عاشق بنے پر مجبور کیا:

> "اس دن کم بخت نے جسم پر تیل ملا ہوا تھا اور پتلی دھوتی لپیٹ رکھی تھی۔جانے کیا ہوا مجھے، جی چاہا اس کی دھوتی اتار کر زور زور سے مالش کر دوں۔۔۔۔کیا عورت تھی۔۔بدن تھا پتھر کی طرح سخت، مالش کرتے کرتے ہانپنے لگ گیا تھا۔مگر وہ اپنے باپ کی بیٹی یہی کہتی رہی تھوڑی دیر اور شادی شدہ۔۔۔جی شادی شدہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

تھی اور خان چوکیدار نے کہا تھا اس کا ایک یار بھی ہے"(٦)

رکمابائی ایک چالباز عورت تھی اپنے میاں گردھاری کو قتل کر کے عبدالکریم کو راتوں رات بلوا کر جنسی تسکین حاصل کرتی ہے۔

"رکمارات کے بارہ۔۔۔بارہ نہیں تو ایک ہو گا، آئی اور مجھے اوپر لے گئی۔ چٹائی پر ننگی لیٹ کر اس نے مجھ سے کہا:"عبدل میرا بدن دکھ رہا ہے، ذرا چپی کر دو میں نے فوراً تیل لیا اور مالش کرنے لگا لیکن آدھے گھنٹے میں ہی ہانپنے لگا۔۔ تھوڑی دیر دم لینے کے بعد میں چٹائی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اٹھ کر بتی بجھائی اور میرے ساتھ لیٹ گئی۔ چپی کر کر کے میں اس قدر تھک گیا تھا کہ کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔ رکھا کے سینے پر ہاتھ رکھا اور سو گیا۔(٧)

رکمانے اس رات کو بھی عبدل کو نہ چھوڑا جس رات کر دھاری کی لاش گھر پڑی تھی۔

"سامنے لاش پڑی تھی لیکن رکما اور میں دونوں اس سے غافل ایک دوسرے کے اندر دھنسے ہوئے تھے۔"(٨)

اس افسانے میں رکمابائی کی جنسی ہوس اور نفسیاتی پیچیدگی کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جب جنسی ہوس پوری ہو جاتی تو اسے قتل کر ڈالتی۔

"شاداں" افسانے میں خان بہادر حسینی جنسی نا آسودگی کے لیے اپنی ملازمہ شاداں پر ڈورے ڈالتے ہیں اور اپنی جنسی جذبات کی صورت مسواک کو ٹھہرا دیتے ہیں۔ شاداں مر جاتی ہے۔

"شاداں جب گھر پہنچتی ہے تو لہو لہان تھی۔ وہاں پہنچتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی۔ اس کے ماں باپ اسے ہسپتال لے گئے۔ پولیس ساتھ تھی۔ شاداں کو وہاں ایک لحظہ کے لیے ہوش آیا اور اس نے صرف خان بہادر کہا اس کے بعد وہ ایسی بے ہوش ہوئی کہ ہمیشہ ہمیش کے لیے سو گئی۔(٩)

خان بہادر پر مقدمہ چلتا ہے۔ ڈاکٹر خان بہادر کو نامرد قرار دے دیتا ہے۔ دوسری جانب بیوی بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے۔ ننگی آواز میں افسانہ جنسی کشمکش کی بہترین مثال ہے۔ جس میں بھولو کے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کی کامیاب تصویر کشی کی گئی ہے۔

"بھولو کی نگاہیں کونے کی طرف مڑیں کمین کا گھسا ہوا ٹاٹ ہل رہا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بالکل ننگ دھڑنگ لیٹا ہوا تھا بھولو کو بڑی گھن آئی۔ ساتھ ہی غصہ بھی آیا کہ ہوا ایسے کوٹھوں پر کیوں چلتی ہے۔ اس کے جی میں آئی کہ کوٹھے پر جتنے ٹاٹ ہیں، سب نوچ ڈالے اور ننگا ہو کر ناچنے لگے۔"(١٠)

ڈاکٹر فردوس انور قاضی منٹو کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"منٹو کے کسی افسانے میں جنسی پہلو کا کوئی غیر فطری انداز اس طرح اجاگر نہیں ہوتا کہ اس میں لطف کی کیفیت پیدا ہو یا تلذذ پرستی کا احساس ابھرے بلکہ ایسے افسانوں کو پڑھ کر کراہت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور یہ کراہیت پیدا کرنا ہی منٹو کا مقصد ہے"۔(١١)

سماجی ماحول کی بربریت منٹو کے یہاں جنس کی صورت میں ابھر کر سامنے آتی ہے علم نے وحشت اور ظلم کی یہ داستانیں عورت اور اس سے منسلک جنسی پہلوؤں کے ساتھ بے نقاب ہوتی ہیں۔ جن میں عورت پر ہونے والے صدیوں کے ظلم پر احتجاج ملتا ہے۔ جہاں مرد نے ہمیشہ عورت کی کمزوریوں سے جنسی شہوانی، ساری حیوانی خواہشات پوری کی ہیں۔ منٹو کے نزدیک عورت پر اس سے بڑا ظلم جنسیت ہے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے ہی افسانے تخلیق کیے۔ ڈاکٹر فردوس لکھتی ہیں:

"منٹو کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ لوگوں نے ان افسانوں میں جنسی امراض جنسی تلذذ پرستی ہی محسوس کی، کوئی بھی اس دکھ تک نہ پہنچ سکا جس کا اظہار منٹو نے کیا تھا"۔(١٢)

منٹو لوگوں کی بند آنکھیں کھولنا چاہتا تھا۔ ان کی ذہنی و نفسیاتی الجھنیں دور کرنا چاہتا تھا۔ بے راہ روی اور جنسی بھوک کی بنا پر مریضانہ ذہن کے حامل ہو چکے تھے مگر جنسی مریض ہونے کا الزام انہوں نے خود منٹو پر لگا دیا۔ ان لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اپنی اندرونی تصویر دیکھ کر اپنی سچائی ماننے کی بجائے منٹو کو فحش نگار گردانتے ہیں

۔دراصل منٹو ایک بے باک افسانہ نگار تھے جو معاشرے میں جا بجا ڈھکی چھپی ہوئی تلخ سچائیاں تلاش کر کے صفحہ قرطاس پر لاتے ہیں۔ان کے یہاں ہر عمر کے کردار ملتے ہیں۔نوجوان بھی ہیں جو لڑکپن سے جوانی کی طرف قدم رکھتے ہیں۔ان کی بھول بھلیاں، بے ربط خیالات کی عکاسی کی ہے۔ان افسانوں میں بلاؤز اور پھاہا شامل ہیں۔ان میں عمر کے ساتھ ساتھ جسمانی تبدیلیوں سے نا آشنائی کا ذکر ہے۔جنسی جذبات، جسمانی تبدیلی اور لاعلمی کے امتزاج نے جذبات کو نہیں ابھار مگر قاری کو گہری سوچ میں ڈال دیا ہے۔

منٹو افسانوں میں زندگی کا ہر روپ بیان کرتے ہیں کہیں یہ مسخ شدہ ہے اور کہیں یہ درست حالت میں ہوئے بھی سماج کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ان کے یہاں نفسیاتی کشمکش اور لاشعوری عمل کا احساس بہت سے افسانوں میں ملتا ہے۔ان میں دھواں بو، خوشیا، بلاوز "شوشو، اور ٹھنڈا گوشت جنس کے ساتھ ساتھ نفسیاتی اثر لیے ہوئے ہیں۔ ٹھنڈا گوشت فسادات سے متعلق افسانہ ہے۔ مگر اس میں گہری نفسیات پوشیدہ ہے جو ایشر سنگھ کو فطرتی طور پر نامرد بنا دیتی ہے۔ فسادات میں بے شمار مسلمانوں کا خون کر چکا تھا قتل کرنے کے دوران اسے ایک لڑکی ملی جو اسے بے حد سندر اور حسین لگی قتل کرنے کی بجائے اس کو جنسی تشدد کا نشانہ بناتا ہے۔

"اور میں اسے کندھے پر ڈال کر چل دیا۔۔۔راستے میں۔۔۔کیا کہہ رہا تھا میں۔۔۔ہاں راستے میں۔۔
نہر کی پڑی کے پاس تھوہر کی جھاڑیوں تلے میں نے اسے لٹا دیا۔۔۔پہلے سوچا کہ پھینٹوں لیکن پھر خیال
آیا کہ نہیں۔۔۔پتا پھینکا"(۱۳)

یہ تمام کہانی ایشر سنگھ اپنی بیوی کلونت کور کو سنا رہا تھا جو اس کی دبی ہوئی آواز محسوس کر رہی تھی۔اسے جھنجھوڑ رہی تھی کہ آخر پھر کیا ہوا۔وہ مر چکی تھی۔مگر اسے مرنے کا احساس جب ہوتا ہے جب وہ جنسی آسودگی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

"ایشر سنگھ نے اپنی بند ہوتی ہوئی آنکھیں کھولیں اور کلونت کور کے جسم کی طرف دیکھا جس کی بوٹی بوٹی
تھرک رہی تھی۔وہ مری ہوئی تھی۔۔۔لاش تھی۔۔۔بالکل ٹھنڈا گوشت۔۔۔جان مجھے اپنا ہاتھ دے
دے۔۔۔کلونت کور نے اپنا ہاتھ ایشر سنگھ کے ہاتھ پر رکھا جو برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا تھا"۔(۱۴)

فطرت خود اس کا انتقام لینے کو تیا ہو جاتی ہے۔اس کی جنسی ہوس نے خود اسے جنس پرستی سے باغی کر دیا۔وہ کلونت کور کے بہت پاس جا کر بھی جنسی آسودگی حاصل نہ کر سکا۔

"ایشر سنگھ نے آگے بڑھ کر کلونت کور کا بالائی ہونٹ اپنے دانتوں تلے دبا لیا اور کچکچانے لگا۔کلونت کور
بالکل پگھل گئی۔ایشر سنگھ نے اپنا کرتہ اتار کے پھینک دیا اور کہا: لو، پھر ہو جائے ترپ چال۔۔۔۔ لیکن
ایشر سنگھ ان تمام حیلوں کے باوجود خود میں حرارت پیدا نہ کر سکا"۔(۱۵)

آخر کار کلونت کو ایشر سنگھ کے اندرونی ماحول کو جان گئی بے جا اصرار کرنے پر ایشر سنگھ نے اپنی اس ہوس ناکی اور وحشت کا اعلان کر دیا جس نے ایشر سنگھ کو بھی ٹھنڈا گوشت بنا دیا تھا۔دھواں افسانے میں بکرے کے گوشت کی دکان پر گوشت کا اڑتا ہوا دھواں اور کلثوم کی ٹانگیں اور کمر دبانا اسے عجیب کشمکش میں مبتلا کر رہا تھا۔

"مسعود کے وزن کے نیچے کلثوم کی چوڑی چکل کمر میں خفیف ساجھکاؤ پیدا ہوا۔جب اس نے پیروں سے
دبانا شروع کیا ٹھیک اسی طرح مزدور مٹی گوندھتے ہیں تو کلثوم نے مزا لینے کی خاطر ہولے ہولے ہائے
ہائے کرنا شروع کر دیا۔(۱۶)

دراصل مسعود میں جنسی بیداری ہو رہی تھی، جس سے وہ خود بھی نا آشنا تھا۔کلثوم کو دباتے ہوئے اس کے من میں عجیب و غریب خیال آتے رہے۔

"بکرے کے گوشت کا اسے بار بار خیال آتا تھا۔ایک دو مرتبہ اس نے سوچا کلثوم کو اگر ذبح کیا جائے تو
کھال اترنے پر کیا اس کے گوشت میں سے دھواں نکلے گا"۔(۱۷)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

وہ اپنی بہن کو جب بغیر قمیص کے دیکھتا ہے اور ماں باپ کو کمرے میں بند حالت میں دیکھتا ہے تو یہ تمام نفسیاتی الجھاؤ اسے جنسی خیالات کی طرف مائل کرتے ہیں جن کو وہ خود بھی سمجھ نہیں رہا۔ اسی حوالے سے منٹو کہتے ہیں:

"میرے نزدیک قصائیوں کی دکانیں فحش ہیں کیونکہ ان میں ننگے گوشت کی بہت بد نما اور کھلے طور پر نمائش کی جاتی ہے۔ میرے نزدیک وہ ماں باپ اپنی اولاد کو جنسی بیداری کا موقع دیتے ہیں جو دن کو بند کمروں میں کئی کئی گھنٹے اپنی بیوی سے سر دبوانے کا بہانہ لگا کر اس سے ہم بستری کرتے ہیں"۔(۱۸)

"بو" افسانے میں رندھیر ایک گھائن لڑکی سے ساون کی رات میں پیپل کے قریب جنسی عمل میں مصروف ہے۔

"چولی کا ایک سرا پکڑا، دوسرے ہاتھ میں زور سے کھینچا۔ گرہ ایک دم پھسلی، رندھیر کے ہاتھ زور میں ادھر ادھر ہٹے اور دو دھڑکتی ہوئی چھاتیاں نمودار ہوئیں۔"(۱۹)

"کالی شلوار" کی سلطانہ ایک طوائف ہے جو اپنے دلال خدا بخش کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ اپنے پیشے سے روپیہ کما کر کالی شلوار خریدنا چاہتی تھی۔ سلطانہ دروازہ کھولتی ہے۔ مختار اس کے تینوں کپڑوں کی طرف دیکھتی ہے اور کہتی ہے:

"قمیص اور دوپٹہ رنگا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پر یہ شلوار نئی ہے۔ کب بنوائی؟ سلطانہ نے جواب دیا۔۔۔ آج ہی درزی لایا ہے یہ کہتے ہوئے اس کی نظریں مختار کے کانوں پر پڑیں یہ بندے تم نے کہاں سے لیے؟ مختار نے جواب دیا: "آج ہی منگوائے ہیں۔ اس کے بعد دونوں کو تھوڑی دیر خاموش رہنا پڑا"۔(۲۰)

"کھول دو" کی سترہ سالہ سکینہ اپنے بوڑھے باپ سراج الدین سے فسادات میں الگ ہو جاتی ہے سراج الدین رضاکاروں سے مدد مانگتا ہے وہ اسے یقین دلاتے ہیں کہ ہم اسے ڈھونڈ لیں گے۔ بالآخر انہیں اسی نقش جیسی لڑکی مل جاتی ہے۔ اس کی حالت انتہائی تشویشناک تھی۔ کھول دو کے جملے پر سکینہ کا ردعمل اسے پریشان نہیں کرتا بلکہ امید دلاتا ہے کہ اس کی بیٹی زندہ ہے۔

"ایک کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ بس ایک سٹریچر تھا جس پر ایک لاش پڑی تھی۔۔۔ ڈاکٹر نے سٹریچر پر پڑی لاش کی طرف دیکھا پھر لاش کی نبض ٹٹولی اور اس سے کہا: "کھڑکی کھول دو مردہ جسم میں جنبش ہوئی۔۔۔ بے جان ہاتھوں نے ازار بند کھولا۔۔۔ اور شلوار نیچے سرکا دی بوڑھا سراج الدین خوشی سے چلایا: "زندہ ہے۔۔۔ میری بیٹی زندہ ہے۔ ڈاکٹر سر سے پیر تک پسینے میں غرق ہو چکا تھا۔(۲۱)

ان افسانوں پر مقدمے بھی چلے، کالی شلوار، ٹھنڈا گوشت، اوپر نیچے اور درمیان پر چھے بار مقدمے چلے۔ تین مقدمے انگریزوں کی عدالت میں چلے اور باقی تین مقدمے پاکستانی عدالتوں میں چلے۔ جن کی صفائی میں انہوں نے ان افسانوں کو فاحشانہ محرکات سے پاک ثابت کرنے کے لیے بھرپور دلائل دیے۔(۲۲)

سعادت حسن منٹو "منٹو نامہ" میں لکھتے ہیں:

"لہٰذا "دھواں" افسانہ جنسی ترغیب نہیں دیتا، نہ ہی وہ شہوانی لذتوں کو بیدار کرتا ہے۔ مسعود ایک کم سن لڑکا جس کے جسم میں جنسی بیداری کو بیان کیا گیا ہے جس میں کہیں فحاشی اور عریانی نہیں۔ ہندوستان میں بچوں میں جنسی بیداری جلدی ہو جاتی ہے اس کی وجہ سماج کی گھٹن کم فہمی اور لاعلمی ہے۔ منٹو کو ہمیشہ ایسے واقعات دیکھ کر صدمہ پہنچتا تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دھواں، بلاؤز، پھاہا میں ایسے احساسات فحاشی کے لیے نہیں بلکہ حقیقت کی واضح تصویر دکھانے کے لیے بیان کیے ہیں۔ یہ افسانے بلوغ سے تعلق رکھتے ہیں دھواں، بلاؤز کا تعلق لڑکوں کے بلوغ سے ہے اور پھاہا، شوشو کا تعلق لڑکیوں کے بلوغ سے ہے۔(۲۳)

منٹو افسانوں میں جنسی عمل کے لیے الفاظ و تراکیب کا استعمال اس قدر برمحل کرتے ہیں کہ مفہوم کی گہرائی تک شناسائی ہو جاتی ہے اور عریانی و فحاشی کی جھلک تک دکھائی نہیں دیتی۔

ان کے ابتدائی افسانوں میں عورت سے سادہ عشق نظر آتا ہے جس میں زندگی کی گئی اور گندگی نظر نہیں آتی۔ مگر بتدریج منٹو نے عورت کی نفسیات پر لکھنا شروع کیا۔ وہ عورت کی منفرد تصویر پیش کرتے ہیں۔ وہ عورت جو رنڈی ہے، طوائف ہے اور پھر نہایت گھٹیا درجے کی طوائف ہے مگر اس طوائف میں منٹو معصومیت ستم ظریفی اور مظلومیت تلاش کر کے اس کا باطن پاک کر دیتا ہے۔ وہ جنسی پیچیدگی، نفسیاتی چھن کو کھل کر بیان کرتے ہیں۔ رکمابائی، کلونت کور دو ایسے کردار ہیں جو جنسی رغبت حاصل کرنے کے لیے نارمل سے زیادہ جنسی جبلت رکھتے ہیں۔ منٹو عورت کے ساتھ مرد کو بھی اسی جنسی ناہمواری میں مساوی درجہ دیتے ہیں۔ اگر عورت جسم فروش ہے تو اسے جسم فروشی پر آمادہ کرنے والا سماج اور سماج میں رہنے والا مرد ہے۔ وہ اس معاشرے کی عیاری، بے ایمانی، منافقت اور فریب کو بے نقاب کرتے ہیں۔

منٹو نے اپنے افسانوں میں سماجی، معاشرتی اور تہذیبی تضادات کا جائزہ لیا ہے۔ ان سے پیدا ہونے والی نفرت کو موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے فسادات کے بعد شریف گھرانوں کی عورت کی وہ تصویر پیش کی، جو نچلے درجے کی طوائف سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور تھی۔ شریفن، کھول دو، ٹھنڈا گوشت، بسم اللہ جیسے افسانوں میں عورتوں کا قتل، اغواء، اجتماعی زنا بالجبر کی ایسی تلخ داستانیں ملتی ہیں جن میں عورت کی تذلیل ہی نہیں بلکہ انسانیت کی دھجیاں اڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

منٹو نے جنس کے آئینے میں معاشرے کے ناسوروں کا عکس پیش کیا ہے۔ زندگی کے میدان میں نفسیاتی جنسی معاملات کی اہمیت اور ضرورت اجاگر کی ہے۔ منٹو کی نیت صاف شفاف اور مدعا پاکیزہ ہے۔ ان افسانوں کے نقوش جنسی شہوانیت کو ابھارتے نہیں بلکہ اصلاح پسندی کے عناصر کو اجاگر کرتے ہیں۔

منٹو اس عہد کا ادیب ہے جو داستانوں کے عہد سے آگے کا عہد ہے۔ یہاں انسان حقیقت کی گرم ریت پر کھڑا ہے۔ ایک غیر مطمئن زندگی گزارتا ہے۔ لہٰذا آج کا ادیب بھی ایک غیر مطمئن انسان ہے۔ وہ اپنے ماحول سے، اپنے نظام سے، اپنی معاشرت سے، اپنے ادب اور اپنے آپ سے بھی مطمئن ہوں۔ اس کی بے اطمینانی کو لوگوں نے مختلف نام دے رکھے ہیں۔ کوئی اسے ترقی پسند کہتا ہے، کوئی فحش نگار اور کوئی مزدور پرست۔ فحش نگاری کے حوالے سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان ادیبوں کے اعصاب پر عورت سوار ہے اس کا جواب منٹو نے دیا ہے کہ:

> "آدم سے لے کر اب تک ہر مرد کے اعصاب پر عورت سوار رہی ہے اور کیوں نہ رہے۔ مرد کے اعصاب پر کیا ہاتھی گھوڑوں کو سوار ہونا چاہیے۔"(۲۴)

موجودہ ادب نے جنسی مسائل پیدا کئے ہیں بلکہ جنسی مسائل نے جدید ادب کو پیدا کیا ہے۔ اس حوالے سے ہم منٹو کے افسانوں کو معاشرتی عکاسی، خوردبینی جائزہ، بے رحمانہ نشتر زنی یا تہذیب و تمدن کی نوحہ گری تو کہہ سکتے ہیں فحش نگاری ہرگز نہیں۔ سید وقار عظیم منٹو کے مشہور افسانے ''ٹھنڈا گوشت'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "ٹھنڈا گوشت پڑھتے وقت کتنی ہی ناک بھوں کیوں نہ چڑھائے، اسے کتنا ہی مخربِ اخلاق اور فحش و عریاں کیوں نہ کہے، اسے پڑھنے اور پسند کرنے والوں پر کتنی لعن طعن کیوں نہ کرے، وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ ''ٹھنڈا گوشت'' میں فن کے مطالبات کا حق پوری طرح ادا کیا گیا ہے۔ جو کچھ بظاہر اخلاق کی بارگاہ میں مردود ہے، وہ فن کی بزم میں مقبول پسندیدہ ہے اور 'عریاں نگار' اور 'بدنام' منٹو کا سب سے بڑا انعام بھی ہے۔"(۲۵)

سعادت حسن منٹو آسان لفظوں سے شدید سے شدید جذبے کا اظہار کر دیتا ہے اور چھوٹے چھوٹے لفظوں میں نازک اور لطیف احساسات بیان کر جاتا ہے اور اس میں معنویت کا وصف بھی برقرار رہتا ہے۔ منٹو کی زبان افسانوں کے لیے بہت موزوں ہے۔ اس کے بہت سے افسانے صرف مکالموں پر مشتمل ہیں۔ بیانیہ انداز بھی اس کے افسانے کا خاص وصف ہے۔ اس لحاظ سے ''ممی''، ''کالی شلوار'' اور ''بابو گوپی ناتھ'' اہم ہیں۔

منٹو کے افسانوں میں طوائف، دلال، نوکر چاکر، استاد، پہلوان، کالج کے طلبہ و طالبات غرض ہر طبقے کے کردار ملتے ہیں۔ منٹو نے جن لوگوں کو قریب سے دیکھا اور پرکھا ہے انہی کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے۔ یہ کسی ایک موضوع پر بحث نہیں کرتے بلکہ وہ پورے معاشرے کو اپنے افسانوں میں جگہ دیتا ہے۔ منٹو کرداروں کی عادات، ان کے جذباتی رویوں، ان کے خیالات اور ان کی نفسیات کو سامنے لاتا ہے۔ اس کے کردار فرشتے نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی اچھائیوں اور برائیوں سمیت ظاہر ہوتے ہیں۔

منٹو ایک صاحب اُسلوب افسانہ نگار اور صاحب طرز ادیب ہے۔ اس کے افسانے زبان و بیان کے اعتبار سے دوسروں سے مختلف ہیں۔ یہی منٹو کا کمال ہے۔ منٹو کے افسانوں میں زندگی کے مختلف رنگ نظر آتے ہیں۔ اس کو سمجھنے والے بہت کم تھے۔ کم فہم لوگوں نے اس پر مقدمے دائر کر کے اپنی کم فہمی اور کم سمجھی کا ثبوت دیا ہے۔ ابو اللیث صدیقی ایک واقعہ کے راوی ہیں۔ منٹو نے کچھ لوگوں کے سامنے ایسا افسانہ پڑھا:

> "اس میں ایک اجڈ سپاہی کا کردار تھا جو بات بات پر گالی بکتا تھا اور اکثر گالیاں مغلظات تھیں۔ لوگ منٹو پر برس پڑے۔ اس نے بار بار سمجھانے کی کوشش کی۔ گالی منٹو نے نہیں بکا۔ اس سپاہی نے بکی۔ یہ جہاں آپ کو ہاتھ لگے اس کی تواضع کریں۔ منٹو نے اسے پیش کر دیا۔ اس افسانے میں اور کئی باتیں بھی ہیں۔ آپ اسی گالی کے پیچھے پڑ گئے۔ ان باتوں کو دیکھنے اور سننے کے لیے آمادہ نہیں۔ آپ کا جی چاہے، آپ گالی دے لیں لیکن افسانہ ضرور پڑھنے کی کوشش کریں۔"(۲۶)

جنسی افسانوں کی وجہ سے منٹو مشہور بھی ہوا اور انہی کی وجہ سے اس کی زندگی میں مصیبتیں بھی آئیں۔ منٹو نے وہ لکھا جو اس کی آنکھ نے معاشرے میں ہوتے ہوئے دیکھا۔ منٹو نے اپنے کئی افسانوں میں اخلاقی جواز پیدا کیا ہے۔

سعادت حسن منٹو کی جنس نگاری کا مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ انہوں نے جنس کو محض جسمانی یا حیوانی جذبے کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اسے انسانی وجود، معاشرتی رویوں اور نفسیاتی پیچیدگیوں کے ساتھ مربوط کر کے بیان کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں جنس ایک ایسے فکری وسیلے کے طور پر سامنے آتی ہے جو معاشرے کے پوشیدہ تضادات، اخلاقی دوغلے پن، طبقاتی استحصال اور انسانی محرومیوں کو بے نقاب کرتی ہے۔ منٹو کے کردار اپنی تمام تر کمزوریوں، خواہشات اور نفسیاتی کشمکش کے ساتھ قاری کے سامنے آتے ہیں اور یہی ان کے فن کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ منٹو نے ادب کو محض تفریح کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اسے معاشرتی شعور کی بیداری کا ایک مؤثر وسیلہ قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تخلیقات آج بھی انسانی نفسیات اور معاشرتی حقیقت کے مطالعے میں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ منٹو کی جنس نگاری اردو ادب کا ایک ایسا باب ہے جس نے نہ صرف افسانوی روایت کو نئی جہت عطا کی بلکہ انسان اور معاشرے کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے لیے نئے فکری زاویے بھی فراہم کیے۔

منٹو کی جنس نگاری اپنے عہد کی سماجی اور تہذیبی صورتِ حال کی ایک مستند دستاویز ہے۔ انہوں نے انسانی رشتوں کے ان پہلوؤں کو نمایاں کیا جو معاشرتی جبر، معاشی ناہمواری اور اخلاقی تضادات کے باعث پیچیدہ صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ منٹو کے افسانے ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ کسی بھی ادبی تخلیق کو محض ظاہری موضوعات کی بنیاد پر نہیں پرکھنا چاہیے بلکہ اس کے فکری اور نفسیاتی پس منظر کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منٹو کی تخلیقات آج بھی ادب، نفسیات اور سماجیات کے محققین کے لیے ایک اہم علمی سرمایہ ہیں۔ ان کی جنس نگاری نہ صرف انسانی نفسیات کی تفہیم میں معاون ثابت ہوتی ہے بلکہ معاشرے کے حقیقی چہرے کو بھی بے نقاب کرتی ہے، جس کے باعث منٹو اردو افسانے کے ایک ایسے فن کار کے طور پر سامنے آتے ہیں جن کی فکری اہمیت اور ادبی عظمت سے انکار ممکن نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ اے بی۔ اشرف، ڈاکٹر، مسائل ادب تنقید و تجزیہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵، ص ۴۲۲

۲۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۷، ص ۲۲۰

۳۔ ایضاً، ص ۲۲۰

۴۔ سعادت حسن منٹو، منٹو نامہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵، ص ۳۳۴

۵۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، اردو افسانہ (بیسویں صدی کی ادبی تحریکوں اور رجحانات کے تناظر میں، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۸، ص ۱۴۰

۶۔ سعادت حسن منٹو، منٹو نامہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵، ص ۲۶۰

۷۔ ایضاً، ص ۲۶۴

۸۔ ایضاً، ص ۲۶۳

۹۔ ایضاً، ص ۱۳۷

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

۱۰۔ ایضاً، ص۵۸

۱۱۔ فردوس انور قاضی،ڈاکٹر، اردو افسانہ نگاری کے رجحانات، مکتبہ عالیہ،لاہور،۱۹۹۰، ص۳۰۴

۱۲۔ فردوس انور قاضی،ڈاکٹر، اردو افسانہ نگاری کے رجحانات، ص۳۰۵

۱۳۔ سعادت حسن منٹو، منٹو نامہ، ص۴۱۰

۱۴۔ ایضاً، ص۴۱۱

۱۵۔ ایضاً، ص۴۰۷

۱۶۔ شمس الحق عثمانی، مرتب کلیات سعادت حسن منٹو، نئ دہلی: قومی کونسل فروغ اردو زبان،۲۰۰۷، ص۳۲۵

۱۷۔ ایضاً، ص۳۲۵

۱۸ایضاً، ص۳۲۵

۱۹۔ ایضاً، ص۳۳۳

۲۰۔ سعادت حسن منٹو" منٹو نامہ،لاہور: مکتبہ شعر وادب،،۱۹۹۵، ص۴۷۵

۲۱۔ سیما صغیر،ڈاکٹر، ترقی پسند اردو ہندی افسانے کا تقابلی مطالعہ، علی گڑھ: مسلم ایجو کیشن پریس،۲۰۱۰، ص۱۷۲

۲۲۔ شمس الحق عثمانی، مرتب کلیات سعادت حسن منٹو، ص۳۲۵

۲۳۔ سعادت حسن منٹو، منٹو نامہ، ص۴۷۷

۲۴۔ سلیم اختر،ڈاکٹر، افسانہ اور افسانہ نگار،لاہور: سنگ میل پبلشرز،۱۹۹۱ء، ص:۸۸

۲۵۔ شفیق انجم،ڈاکٹر، اُردو افسانہ، اسلام آباد: پورب اکادمی،۲۰۰۸ء، ص:۱۲۶

۲۶۔ رونق جہاں بیگم، اُردو افسانے میں حقیقت نگاری، علی گڑھ: ایجو کیشنل بک ہاؤس،۲۰۰۷ء، ص:۱۶۹